سہیل عمر صاحب کا یہ ترجمہ ہے۔ ایک عرصہ بعد ایسا ترجمہ دیکھنے کا اتفاق ہوا جو ترجمہ بھی ہے اور ترجمانی بھی۔ کسی لمحے یہ احساس نہیں ہوتا کہ آدمی ترجمہ پڑھ رہا ہے، اس کے باوجود چند ایک مقامات پر اگر دوبارہ غور کرلیا جائے تو اچھا ہو۔ تلك ایات الحکیم کا اُردو ترجمہ ''یہ آیات ہیں پکی کتاب کی'' (لقمان ۳۱:۲) ص ۱۲۱ اگرچہ مستعمل ہو، الحکیم کے مفہوم کو واضح نہیں کرتا بلکہ محکم کے مفہوم سے قریب تر ہے۔ بہتر ترجمہ ''یہ حکمت کی (بھری ہوئی) کتاب کی آیات ہیں'' ہوگا۔

مصنف نے دین کا مفہوم بیان کرتے وقت سید ابوالاعلیٰ مودودی کی معرکہ آرا کتاب قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں سے بھرپور استفادہ کے باوجود کہیں حوالہ دینا پسند نہیں کیا۔ ایسے ہی تنزیہہ کی بحث کرتے ہوئے ہم عصر مفکر اسماعیل الفاروقی الراجی کا تذکرہ نہ کرنا علمی معروضیت کے منافی نظر آتا ہے۔ اسلام پر کسی تعارفی کتاب میں خود علامہ اقبال اور علامہ مودودی کا تذکرہ نہ آنا اجنبی معلوم ہوتا ہے۔ علمی تحریرات مسلکی اور ذاتی تعصبات سے پاک ہوں تو وقعت میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ (ڈاکٹر انیس احمد)

آزادی اور جمہوریت کا تصور اُردو نظموں میں، ڈاکٹر شائستہ نوشین۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی۔ صفحات: ۱۹۸۔ قیمت: ۱۵۰ روپے (بھارتی)۔

۱۸۵۷ء کے حادثے نے زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح برعظیم کے اُردو شعروادب پر بھی اثرات مرتب کیے خصوصاً اُردو شاعری اور بطور خاص نظم کے میدان میں نئے نئے اسالیب اور ہیئتوں کے تجربات ہوئے۔ ۲۰ویں صدی کے ابتدائی ۴،۵ عشروں میں اس حوالے سے بہت سی چیزیں لکھی گئیں کیونکہ اس دور میں برعظیم کے عوام فرنگی قابضین کے خلاف ایک مسلسل جدوجہد سے گزر رہے تھے اور ان کے جذبات اُردو ادب، خاص طور سے اُردو نظم میں ظاہر ہو رہے تھے۔

اودھ یونی ورسٹی (بھارت) کی پی ایچ ڈی اسکالر شائستہ نوشین نے آزادی اور جمہوریت کے موضوع پر اُردو کے ذخیرۂ منظومات کا تنقیدی جائزہ (۱۹۴۷ء-۱۹۰۱ء) لیا ہے۔ اُن کا یہ مقالہ کتابی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ ۵ ابواب پر مشتمل اس مقالے میں آزادی اور جمہوریت کا مفہوم، اُردو ادب میں آزادی و جمہوریت کی جھلک اور ۲۰ویں صدی کے اہم شعرا کے اُردو نظموں